وقت فُرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے !!!

نفاذِ دینِ اسلام

کیا........؟

کیوں........؟

کیسے........؟

دینی فرائض کا جامع تصور

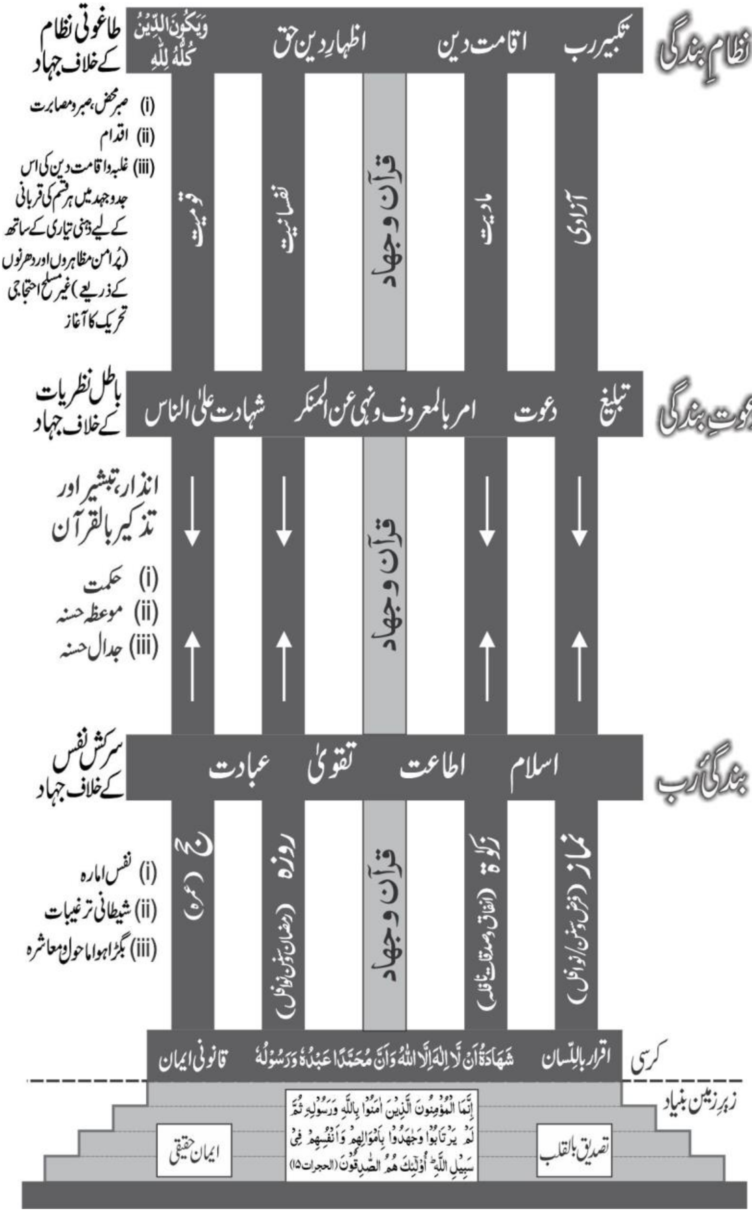

دینِ اسلام کیا ہے؟

"دین اسلام" سے مراد زندگی گزارنے کا وہ طریقہ ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی دی گئی ہدایات کے مطابق ہو، دین اسلام کا جامع تصور یہ ہے کہ یہ دین تمام کائنات اور تمام انبیاء کرام علیھم السلام کا دین ہے اور اس کی بنیادی خاصیت یہ ہے کہ یہ سر تا پا اللہ تعالیٰ کی مکمل فرماں برداری پر مشتمل ہے مزید بر آں یہ زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے یعنی اس میں

انفرادی زندگی کے تین گوشے

(i)عقائد (ii)عبادات (iii)رسومات اور

اجتماعی زندگی کے تین گوشے

(i)معاشرتی نظام (ii)معاشی نظام (iii)سیاسی نظام شامل ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ دین اسلام کے بارے میں ہمارا تصور کیا ہے؟ کیا ہم اسے محض چند مذہبی رسومات اور عبادات کے طور طریقوں تک ہی محدود سمجھتے ہیں یا پھر اس سے بڑھ کر اسے کُل زندگی کے لیے قابلِ عمل "مکمل ضابطہ حیات" مانتے ہیں؟ کیونکہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جیسا اور جتنا تصور ہو گا ویسا اور اتنا ہی عمل ہو گا۔ اگر تصور محدود اور جامد ہو گا تو عمل میں بھی محدودیت اور جمود واضح طور پر دکھائی دے گا اور اگر تصور جامع اور حرکی ہو گا تو عمل میں بھی جامعیت اور تحریکیت نمایاں ہو گی۔

نفاذِ دین اور اس کی اہمیت (قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں):

☆ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورۃ الحدید: آیت 25)

"بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں علیہم السلام کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو (نظامِ عدل) تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔"

☆ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورۃ الصّف: آیت 9)

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل ہدایت کے ساتھ اور سچّے دین کے ساتھ تاکہ وہ اِس کو غالب کردیں کل نظامِ زندگی پر اور چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔"

☆ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (سورۃ المدثّر: آیت 3)

"اور اپنے رب کو بڑا کرو۔"

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی بڑائی کے نفاذ کے لیے رب کی بڑائی کا اعلان کیجیے)

☆ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسٰٓى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ط

(سورۃ الشّوریٰ: آیت 13)

"راستہ مقرر کیا اللہ نے تمہارے لیے اِس دین میں سے جس کی وصیت فرمائی تھی اُس نے نوحؑ کو اور اے نبی ﷺ جو وحی کیا گیا آپ ﷺ کی طرف اور جس کی ہم نے وصیت کی تھی ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو اور اِس معاملہ میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔"

☆ "اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔"(سورۃ المائدۃ: آیات 44،45،47)

☆ "اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ اے کتاب والو! تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے جب تک تم قائم نہ کرو تورات اور انجیل کو اور جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے۔"(سورۃ المائدۃ: آیت 68)

☆ اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ، خَيْرٌ مِنْ مَّطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، فِي بَلادِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ (سنن ابنِ ماجہ)

"اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا نفاذ، چالیس راتوں کی (رحمت سے برسنے والی) بارش سے بہتر ہے۔"

پاکستان کی اساس اور مصوّرِ پاکستان کے نزدیک قیامِ پاکستان:

ہندوستان کی تقسیم دو قومی نظریہ کی بنیاد پر عمل میں آئی تھی اور پاکستان مسلم قومیت کی اساس اور اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مفکر و مصورِ پاکستان علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں برعظیم ہندوپاک کے

شمال مغربی علاقہ پر مشتمل ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی تجویز مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی بنیاد پر اور ہندو مسلم تنازعہ کے مؤثر حل کے طور پر اور اس مقصد کے تحت پیش کی تھی کہ مسلمانانِ ہند کو ایک موقع میسر آجائے کہ وہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی (Social Justice) پر جو پردے دورِ ملوکیت میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کے اس نظام کو دوبارہ قائم کر سکیں جو نبی اکرم ﷺ کی ''رحمت للعالمینی'' کا اصل مظہر ہے تا کہ پوری نوعِ انسانی کے لیے ہدایت اور سلامتی کا ایک روشن مینار وجود میں آسکے۔

اور اسی طرح بانی و معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی فرمایا تھا کہ ''ہمیں پاکستان اس لیے مطلوب ہے کہ عہدِ حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت واخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔''

نظریاتی ریاست (پاکستان) کا دستوری ڈھانچہ کیا ہو گا؟

یہ سوال قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ایک نئی نظریاتی ریاست کا دستوری ڈھانچہ کیا ہو گا اور اس کی تشکیل میں مختلف مذہبی مکاتبِ فکر کے باہمی اختلافات کا کس حد تک عمل دخل ہو گا؟ چنانچہ انہی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے 1950ء میں تمام مکاتبِ فکر کے 31 سرکردہ علماء کرام نے 22 متفقہ دستوری نِکات قوم کے سامنے پیش کیے

تھے۔ تا کہ پاکستان کے دستوری ڈھانچہ اور قانونی نظام کے بارے میں دینی حلقوں کا متفقہ موقف سامنے آجائے اور یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ تمام مذہبی مکاتبِ فکر پاکستان کے دستوری اور قانونی نظام کے معاملات میں یکسو اور متفق ہیں[1] اور ان کے اختلافات ملک کو ایک نظریاتی ریاست کی حیثیت دینے میں رکاوٹ نہیں بلکہ ممد و معاون ہیں۔

ہماری کوتاہی اور کوتاہ نظری اب ایک جُرم:

لیکن افسوس! اس کے باوجود کہ قیام پاکستان کو 74 سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے اور شمسی حساب سے 75ویں سال میں قدم رکھ چکا ہے، تاحال اصل منزل کی جانب کوئی پیش قدمی نہیں ہو سکی اور ہم پوری وفاداری کے ساتھ اس سیاسی، اقتصادی اور سماجی ڈھانچہ کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں جو ہمیں انگریز سے وراثت میں ملا تھا... اور ستم بالائے ستم یہ کہ درست سمت میں پیش قدمی کی بجائے اب ہمارا رُخ کسی کھائی میں گرنے والی پگڈنڈی کی طرف مُڑ چکا ہے جس سے رجوع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستان کے استحکام اور دفاع کا تقاضا:

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے نظام کو بدلنے کے لیے

---

[1] یہ 22 نِکات ضمیمہ الف کے عنوان سے کتابچہ کے آخر میں موجود ہیں۔

ایک عوامی تحریک برپا کی جائے، اور اس نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی جائے جس کا مجموعی عنوان "نظامِ خلافت" ہے اور جس کے بارے میں مفکر و مصورِ پاکستان نے فرمایا تھا:

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اور اس لیے بھی کہ یہی قیامِ پاکستان کا اصل مقصد تھا، اور اس لیے بھی کہ یہی پاکستان کے بقاء اور استحکام کا ضامن بن سکتا ہے... چنانچہ اسی مقصد سے انحراف کے باعث لسانی اور علاقائی عصبیتوں نے سر اٹھایا اور مسلمان قوم، قومیتوں میں تقسیم ہوئی اور اس طرح ہم نے اللہ سے جو بدعہدی اور بے وفائی کی تھی اس پر اس کے عذاب کا ایک کوڑا ۱۹۷۱ء میں ہماری پیٹھ پر برسا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔

اب بھی اگر ہم نے حصولِ پاکستان کے اصل مقصد کی جانب پیش قدمی نہ کی تو اللہ کی سزا کا دوسرا اور شدید تر کوڑا کسی بھی وقت ہماری پیٹھ پر برس سکتا ہے۔ لہٰذا اس وقت فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی دفاعی مضبوطی کے ساتھ ساتھ پاکستان کے اصل اور حقیقی دفاع کے لیے یہاں "دینِ اسلام" کو بہ تمام و کمال رائج و قائم کریں تاکہ {اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...} (الحج:۳۸)

"اللہ خود دفاع کرے گا اہل ایمان کی جانب سے"

کے مِصداق ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت و مدافعت کے مستحق بن سکیں۔

قرآن وسنت کو بالاتر قانون تسلیم کیے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اے نبی ﷺ! ہمیں آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کو فیصلے کرنے والا نہ مان لیں۔“(سورۃ النساء: آیت 65)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت و قانون کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔“(شرح السنۃ للاِمام البغوی)۔

اللہ کے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کا نفاذ جہالت ہے:

اللہ تعالیٰ نے طاغوت سے فیصلہ کرانے والوں سے فرمایا”کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے یقین رکھنے والوں کے لیے۔“(سورۃ المائدہ: آیت 50)

قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کرنے والوں کا انجام:

اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کرنے والے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوں گے ۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:”بے شک جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی سب سے ذلیل لوگ ہیں۔“(سورۃ المجادلہ: آیت 20)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا” اللہ تعالیٰ ایسے حکمران کی نماز بھی قبول نہیں کرتا

جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے۔"

(مستدرک حاکم)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا "اگر حکمران اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فیصلے کرے گا، ظلم اور رشوت ستانی کا بازار گرم کرے گا تو اس کے ہاتھ باندھ کر اسے جہنم کے ایک ایسے گڑھے میں پھینک دیا جائے گا کہ جس کی تہہ میں وہ پانچ سو سال میں بھی نہ پہنچ پائے گا۔"

(مستدرک حاکم)

قرآن وسنت کو نافذ نہ کرنے کی اجتماعی سزا:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب کسی قوم کے حکمران اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر ایسے دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان کے ہاتھوں سے وسائل چھین لیتے ہیں اور جب کسی قوم کے حکمران کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو معطل کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے لوگوں کے درمیان خانہ جنگی برپا کر دیتا ہے۔"

(شعب الایمان للبیہقی)

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں "اور جب قوم کے حکمران اللہ کی نازل کردہ شریعت کو اختیار اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان غربت وافلاس عام کر دیتا ہے۔" (المعجم الکبیر)

حدیث شریف میں بیان کردہ دونوں سزائیں آج پاکستان میں آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ ہم پر اندرونی و بیرونی دشمن مسلط کر دیے گئے جو ہمارے وسائل کو لوٹ رہے ہیں۔ غیر ملکی ایجنسیاں ہماری تنصیبات کو تباہ اور اہلکاروں کو ہلاک کر رہی ہیں اور دوسری طرف مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے، معاشرتی سطح پر بے حیائی، فحاشی، عریانی اور زناکاری کا شیطانی کھیل معمولات کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔

الغرض، مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ یہ سب کُچھ ہمارے اس جُرم کی سزا ہے کہ ہم نے قرآن و سنت کو نافذ کرنے کے بجائے، معطل کر رکھا ہے۔ شریعت اور حدودُ اللہ پامال ہیں۔ اسلامی نظام کو فرسودہ اور بوسیدہ اور اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور ظالمانہ کہا جارہا ہے (معاذاللہ)۔

گویا دین کا مذاق اڑانا ایک فیشن سا بن گیا ہے۔

دینُ اللہ قائم نہ ہونے کی صورت میں نتائج:

تاریخ انسانی میں آپ کو ایسی بے شمار مثالیں مل جائیں گی کہ ہمیشہ طاقتور طبقات اپنے زیرِ دست کمزور طبقات کو لوٹتے رہے۔ یہ طاقتور طبقات تاریخ کے اوراق میں مطلق العنان بادشاہ، شہنشاہ، جابر حکمران، ظالم سردار، حریص خاقان، حیوانوں سے بدتر راجے، بدکردار صدور، ابلیسی طرزِ حکومت کے علمبردار وزرائے اعظم کہلاتے ہیں۔

ایسے فاتحینِ عالَم کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے صرف اپنی جھوٹی انا اور ذاتی اقتدار کی خاطر لاکھوں کروڑوں انسانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ شہر کے شہر اُجاڑ دیے۔ لوگوں کو لوٹا، عزتیں پامال کیں، اقتدار کے نشے میں دن گزارے۔ مگر یہ سب لوگ اپنے مکروہ کردار کی وجہ سے آج بھی عبرت کا نشان ہیں۔ اِن شیطانوں کے دورِ اقتدار میں امیروں اور غریبوں کے لیے قانون میں تفریق تھی۔

آج بھی دنیا میں اسی شیطانی نظام اور ایسے ہی شیطان صفت حکمرانوں کا راج ہے۔ جب کہ عوام الناس بے روزگاری، مہنگائی کے پنجے میں پھنسے ہونے کے باعث فاقوں پر مجبور ہیں۔ امریکہ جیسے ملک میں بھی بے روزگار افراد کی خیمہ بستیاں ہیں جہاں انہیں سرکاری لنگر ملتا ہے۔ ان کے پاس مکان ہے نہ سواری۔ فیملی کا وہاں تصور ہی نہیں ہے۔

آج دنیا کو پھر عدل و قسط پر مبنی فلاحی نظام کی ضرورت ہے:

ان حالات میں دیکھیں تو ماضی میں بھی وحیِ الٰہی پر مبنی اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کا عکسِ کامل وہ نظام ہے جسے دنیا "خلافتِ راشدہ" کے نام سے جانتی ہے۔ یہ بابرکت نظامِ اسلامی، بہترین فلاح و بہبود کا ضامن تھا۔ جس نظام میں کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا اور ایک عام آدمی اور ایک حکمران کے رہن سہن، معیار زندگی میں کوئی فرق نہیں تھا اور ایک عام آدمی بھی خلیفہ کا احتساب کر سکتا تھا۔

آج دنیا کو پھر اسی عدل وقسط پر مبنی فلاحی نظام کی ضرورت ہے۔ یہ نظام مسلمانوں میں تقریباً تیرہ صدیاں جاری رہا۔ بالآخر 1924 بمطابق 1342ھ میں اقوامِ یورپ کے فرعون صفت حکمرانوں کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عظیم سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔

نفاذِ دین کا مطلب اور ایک بہت بڑے مُغالطے کا اِزالہ!

نفاذِ دین کے حوالے سے آج عام طور پر ایک مغالطہ پایا جاتا ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ نفاذِ دین کا مطلب ہے صِرف چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا، قاتلوں سے قصاص لینا وغیرہ۔ بلاشبہ شریعتِ اسلامی میں مذکورہ بالا جرائم کے لیے یہ سخت سزائیں رکھی گئی ہیں تاکہ معاشرے کو اِن جرائم سے پاک کیا جائے اور ہر شہری کی جان، مال اور آبرو کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ لیکن اسلامی نظام میں سزاؤں کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہے۔ نفاذِ دین کا اصل حاصل ہے ایک ایسے عادلانہ، فلاحی اور پاکیزہ معاشرہ کا قیام جس کے تحت جرائم کا سرزَد ہونا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

نفاذِ دین کا مطلب یہ ہے کہ تمام شہریوں کو ایک ہی جیسی تعلیمی، طبی اور دیگر بنیادی ضروریات فراہم کی جائیں، اُنہیں تمام بنیادی حقوق حاصل ہوں اور اُن کے لیے فوری، سستا اور بے لاگ انصاف یقینی بنایا جائے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کا مطلب محض سزاؤں کا نفاذ سمجھنا اور اِس نظام کی اصل شان یعنی عادلانہ اور

پاکیزہ معاشرہ کے قیام کی طرف توجہ نہ کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔

ریاستِ اسلامی کے خدوخال:

اس نظام کے لیے ظاہر ہے کہ صرف عنوان یا لیبل بدلنے کی نہیں، مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جو صرف جانی اور مالی قربانی ہی کے ذریعے رونما ہو سکتا ہے اور جس کے لیے زبردست عوامی تحریک اور انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے... تاہم جب یہ انقلاب آ جائے گا اور اسلامی ریاست قائم ہو جائے گی تو اس کے نمایاں خدوخال حسب ذیل ہوں گے:

سیاسی سطح پر:

1) حاکمیت عوام کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہو گی یعنی وحیِ الٰہی کی بنیاد پر قانون نافذ ہوں گے۔ قانون انسانوں کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا جو اقرار (1949ء میں پاس شدہ) ''قراردادِ مقاصد'' میں موجود ہے اس کے عملی نفاذ کے لیے قرآنِ کریم اور سنتِ رسول ﷺ کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی جو نظام اور قانون دونوں پر حاوی ہو۔ وہیں ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو اختیار حاصل ہو گا کہ جس قانون کو کُلّی یا جزوی طور پر قرآن اور سنت کی حدود سے متجاوز سمجھیں اسے کالعدم قرار دے سکیں۔

2) ریاست کے کامل شہری صرف مسلمان ہوں گے (چنانچہ کلیدی عہدوں پر

صرف مسلمان فائز ہو سکیں گے) اور ان کے حقوق شہریت بالکل مساوی ہوں گے جبکہ غیر مسلموں کی حیثیت اس میں ایک ''محفوظ اقلیت'' کی ہو گی جن کے جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا کامل ذمہ بھی لیا جائے گا (اسی لیے انہیں ''ذمی'' کہا جاتا ہے) اور جنہیں عقیدہ و عبادات اور عائلی قوانین سمیت پورے پرسنل لاء کے ضمن میں مکمل آزادی کی ضمانت بھی دی جائے گی۔ مزید برآں ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی بالکل اسی طرح کی جائے گی جیسے مساجد کی۔ لیکن چونکہ اسلامی ریاست میں قانون سازی کا عمل اپنی اساسی نوعیت کے اعتبار سے کتاب و سنت کی حدود کے اندر اندر ''اجتہاد'' سے عبارت ہو گا اور خلافت کے ''علیٰ منہاج النبوۃ'' ہونے کے باعث اس کا اصل مقصد نبوت کے مشن کی توسیع و تکمیل ہو گا، لہٰذا غیر مسلموں کو نہ قانون سازی کے عمل میں شریک کیا جاسکے گا نہ اعلیٰ سطح کی پالیسی اور حکمت عملی کی ترتیب و تشکیل میں۔

3) صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمے اور عوام کی انتظامی سہولت کے لیے صوبے چھوٹے چھوٹے بنائے جائیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ حقوق اور اختیارت دیے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے موجودہ کمشنریوں کو بھی صوبوں کا درجہ دیا جاسکتا ہے اور یہ بھی طے کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے جغرافیائی، لسانی اور ثقافتی عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبے اس طرح تشکیل دیے جائیں کہ کسی صوبے کی آبادی ایک خاص حد سے زائد نہ ہو۔

معاشی سطح پر:

4) آج کے حکمرانوں کے لیے لوٹ کھسوٹ کے ذرائع (Tools) سود، سٹہ، رشوت، جوئا، شراب اور اقربا پروری ہیں۔ لہٰذا سود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعہ معیشت کی تطہیر ہو گی اور اس کی بجائے شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر نئے تجارتی اور صنعتی ڈھانچے کی تشکیلِ نَو ہو گی اور عوام کے لیے روٹی، کپڑا، مکان، علاج معالجہ اور تعلیم کا حکومت کی طرف سے انتظام ہو گا۔ سود، جوا اور جاگیر داری نظام کی برائیوں کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے گا۔

5) حضرت عُمَر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کی بنیاد پر ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کہ جو علاقے مسلمانوں نے کسی بھی وقت بزور شمشیر فتح کیے ان کی اراضی ”عُشری“ یعنی انفرادی ملکیت نہیں، بلکہ ”خَراجی“ یعنی اجتماعی ملکیت ہیں جن کے کاشتکار خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اسلامی حکومت کو براہِ راست ”خَراج“ ادا کریں گے جس سے جاگیر داری اور غیر حاضر زمینداری کا بھی مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اتنا محصول Revenue حاصل ہو گا کہ بہت سے ظالمانہ ٹیکسوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

6) نظامِ زکوٰۃ کی کامل تنفیذ... یعنی کل اموالِ تجارت کی مجموعی مالیت کے ڈھائی فیصد کی وصولی جس سے کفالتِ عامہ (Social Security) کا پورا نظام... اور ہر شہری کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضروریات اور

تعلیم اور علاج کی یکساں سہولتوں کی فراہمی کی ضمانت دی جاسکے گی۔

سماجی / معاشرتی سطح پر:

7) سماجی سطح پر برادری اور نسلی امتیاز کی بجائے کامل مساواتِ اِنسانی، احترامِ جان و مال اور احترامِ عزت و آبرو کا انتظام ہو گا۔ بے حیائی کی روک تھام کے لیے پردہ کا اہتمام اور نکاح کے ادارے کا استحکام ہو گا۔ عورتوں کو بھی وراثت میں حق ملے گا اور انہیں حقِّ ملکیت بھی حاصل ہو گا۔

8) تعلیم کے ضمن میں جدید و قدیم، دینی و دنیاوی اور امراء و غرباء کی تقسیم ختم ہو جائے گی۔ سب کے لیے ایک ہی نظامِ تعلیم ہو گا جو کم از کم بنیادی تعلیم میٹرک تک مفت ہو گا۔

9) مکمل قانونی مساوات... جس میں خلیفۃ المسلمین اور مجلسِ ملی یا مجلسِ شوریٰ کے ارکان سمیت کسی کو بھی قانونی تحفظات حاصل ہوں گے نہ ترجیحی حقوق (Privileges)، اگرچہ مفاسد کے سدِّباب کے لیے غلط اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے لیے حدِّ قذف (جھوٹا الزام لگانے والے) پر قیاس کرتے ہوئے سخت تعزیری قوانین بنائے جاسکیں گے۔

10) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے مکمل استیصال کے لیے سخت تعزیراتی قوانین کا نفاذ۔

11) مخلوط معاشرت کا سدِّباب... چنانچہ اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کے

جداگانہ دائرہ ہائے کار کا تعین اور عملی اعتبار سے تعلیم و تربیت اور علاج
معالجے کے لیے کلیتاً جداگانہ ادارے، اور ضرورت پڑنے پر گھریلو صنعتوں
کی ترویج حتیٰ کہ ایسے صنعتی اداروں کا قیام جس میں خواتین ہی کام کریں اور
خواتین ہی نگرانی کریں اور ان کے اوقات کار بھی مردوں کے مقابلے میں
کم ہوں... مزید برآں عِفت و عِصمت کی حفاظت اور قلب و نظر کی پاکیزگی
کے لیے ستر اور حجاب کے شرعی احکام کی تنفیذ کے ساتھ ساتھ الیکٹرونک،
پرنٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ کے حوالے سے فحاشی کے سدِّباب کے لیے
قانون سازی کی جائے گی۔

12) اخلاقی سطح پر آج کے مغربی حیوانی بے لگام معاشروں کی بجائے انسانی
نفسیات کے عین مطابق خاندان کا معیارِ زندگی Family life، نسل کا
تحفظ، ذاتی ملکیت(Owner Ship) کاروبار کے مواقع اور اعلیٰ انسانی
اخلاق کا فروغ ہو گا۔

الغرض نفاذِ دینِ اسلام کی خوبیاں اور برکات بے شمار ہیں۔

آیئے! اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھیں اور اس عظیم فرض
یعنی نفاذ دین کی جدوجہد کی ادائیگی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اس میں سب
سے بڑی خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ہمارے
لیے خوش خبری دی ہے کہ یہ نظام قربِ قیامت میں دوبارہ قائم ہو کر رہے گا اور
اب، جب یہ آئے گا تو یہ پھیل کر عالمی نظام بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں ”نفاذِ دین“ کے لیے کمر ہمت کسنے کی توفیق بھی عطا فرمادے۔ آمین

عملی منہاج:

ظاہر ہے کہ یہ ہمہ گیر اور بنیادی تبدیلیاں نہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعہ ممکن ہیں، اس لیے کہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے کسی قائم شدہ نظام کو بہتر طور پر چلایا جا سکتا ہے تبدیل نہیں کیا جا سکتا.... اور نہ ہی کسی تدریجی اور جزوی اصلاح کے ذریعہ ممکن ہیں، اس لیے کہ اس طرح صرف سطحی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں بنیادی نہیں... بلکہ اس کے لیے ایک مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لیے ایک ایسی انقلابی جماعت ضروری ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات اور اپنے دائرہ اختیار خصوصاً اپنے گھر میں احکامِ دین کا نفاذ کریں اور پھر ایک مضبوط اجتماعیت کی صورت اختیار کر کے منظم انداز میں تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اسی مقصدِ عظیم کے لیے ”تنظیمِ اسلامی“ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

نفاذِ دین کا نبوی ﷺ طریقہ کار:

آج کے دور میں بھی نفاذِ دین کی جدوجہد کا طریقہ سیرتِ رسول ﷺ سے ہی لینا ہوگا کیونکہ ایسا ہمہ گیر انقلاب آج تک چشمِ فلک نے نہیں دیکھا لہٰذا انقلابی جدوجہد کے مراحل اور ان کا مختصر ترین خلاصہ درج ذیل ہے:

1) **دعوت:** انقلابی نظریہ کی دعوت یعنی معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کی سطح پر توحیدِ عملی کی دعوت دینا، اسے عام کرنا تاکہ لوگ اس سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں۔ اس کے لیے ذریعۂ دعوت قرآنِ حکیم ہوگا۔

2) **تنظیم:** اس نظریہ کو ماننے والوں کو بیعتِ سمع و طاعت فی المعروف کی مسنون اساس پر ایک نظم میں جمع کرنا۔

3) **تربیت:** جماعت میں شامل افراد کی تین پہلوؤں سے تربیت کرنا۔ انقلابی نظریہ کے استحضار کے ساتھ ساتھ

(i) قربانی دینے کا جذبہ اور تکلیفیں جھیلنے کی استعداد پیدا کرنا

(ii) سمع و طاعت / ڈسپلن پیدا کرنا

(iii) اخلاقی اور روحانی تربیت۔

4) **صبرِ محض:** پہلے تینوں مرحلوں کے نتیجہ میں اپنی دعوت کو جاری رکھتے

ہوئے صبرِ محض کرنا، موقف پر ڈٹے رہنا اور ہر قسم کی جوابی کارروائی سے اپنے آپ کو روکے رکھنا تاکہ باطل نظام کے پاس تحریک کو کچلنے کا کوئی جواز موجود نہ ہو۔ صبرِ محض کا مرحلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ جماعت کو مضبوط بنانے کے لیے وقت درکار ہے، پھر مزید یہ کہ خاموش اکثریت اگرچہ جماعت میں شامل نہ ہو گی لیکن ان کی ہمدردیاں اس تحریک کو حاصل ہو جائیں گی اور نفاذِ دین کی فِضا بھی قائم ہونا شروع ہو جائے گی۔

(نوٹ: مندرجہ بالا چاروں مراحل پر بیک وقت کام جاری رہے گا جب تک کہ ایک معتدبہ تعداد حاصل نہ ہو جائے)

5) **اِقدام:** پانچویں مرحلہ پر جب تحریک کے پاس قوت و طاقت اتنی ہو کہ وہ اِقدام کر سکیں تو انہیں موجودہ نظام کو چھیڑنا ہو گا۔

6) **تصادم:** اِقدام کے نتیجہ میں تصادم ہو گا۔ تنظیم اسلامی اس بات کو علیٰ وجہ البصیرۃ بیان کرتی ہے کہ خون کی قربانی دیے بغیر کوئی بھی انقلاب نہیں آسکتا۔ لہٰذا پاکستان کے حالات کے پیش نظر آخری مرحلے پر قتال تو لازم ہے لیکن یہ قتال یک طرفہ ہو گا، یعنی اللہ والے اپنی جانیں دینے کے لیے تو تیار ہوں گے لیکن کسی کلمہ گو کی جان نہیں لیں گے۔ علامہ اقبال نے نفاذِ دین کے اس

طریقہ کار کو بڑی خوبصورتی سے ایک شعر میں سمو دیا ہے:

بانشۂ درویشی در ساز و دما دم زن!

چُوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

(اپنے مزاج کی درویشی کو ساز گار بناؤ اور پھر پہلے چار مراحل کو طے کرتے رہو اور پھر جب طاقت حاصل کر لو قوت افرادی موجود ہو جائے اور وہ تربیت یافتہ ہوں تو پھر تصادم مول لو اور باہر نکل آؤ اور نظام کو چیلنج کر دو۔)

دورِ حاضر میں آخری مرحلوں میں تبدیلی کی وجوہات یہ ہیں:

(الف) **مرکزی حکومت کا وجود:** یہ نظام کی پشت پناہ ہوتی ہے اور اسے بچانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔ یہ فرق دورِ حاضر میں بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ حکومت کے پاس وسائل بہت ہوتے ہیں جبکہ عوام بالکل نہتے ہیں۔ اس لیے تصادم کا تصور نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔

(ب) نبی اکرم ﷺ کے دور میں مدِّ مقابل مشرکین و کفار تھے اور آج مسلمانوں کے مد مقابل بھی کلمہ گو مسلمان ہی ہیں۔

(ج) دورِ نبوی ﷺ میں دونوں طرف رضاکار فوجیں تھیں، تربیت یافتہ اور مراعات یافتہ فوجوں کا وجود نہ تھا۔اسی طرح ہتھیاروں میں مقداری (Quantitative) فرق تھا جبکہ خاصیت اور نوعیت (Qualitative) کے اعتبار سے کوئی فرق نہ تھا جبکہ آج عوام الناس اور تربیت یافتہ فوج اور ہتھیاروں کے درمیان کوئی موازنہ کرنا ہی ممکن نہیں ہے۔

(د) آج پوری دنیا میں یہ اصول تسلیم شدہ ہے کہ حکومت کو بدلنا عوام کا حق ہے۔ ایک طریقہ انتخابات کا ہے اور دوسرا تحریک برپا کرنا۔ مظاہرے کرنا، سڑکوں پر آنا اور قوت کا اظہار کرنا لیکن اس میں تشدد نہ ہونا چاہیے۔

التزام جماعت / بیعت:

☆ اس کام کے لیے اجتماعی جدوجہد ضروری ہے کیونکہ اجتماعی بگاڑ کو ایک اجتماعیت ہی سدھار سکتی ہے۔ لہٰذا کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ہجرت و جہاد اور سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت کرکے ایک جماعتی نظام میں منسلک ہو جائیں جس کی رائے کی پختگی اور خلوص و اخلاص پر پورا اعتماد ہو۔

دینِ اسلام کے عالمی غلبہ کا آغاز ___ مگر کہاں سے؟

قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ ﷺ کی رو سے ہمیں یقینِ کامل ہے کہ متذکرہ بالا "نظامِ اسلامی" پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا... لیکن یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت کس خطۂ ارضی کے حصے میں آئے گی...

البتہ برصغیر پاک و ہند میں گزشتہ چار سو سالہ احیائے دین کی تاریخی جدوجہد کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے پختہ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا نقطۂ آغاز سلطنت خداداد پاکستان ہی بنے گی۔ لہٰذا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم نفاذِ دین کے لیے جدوجہد کرنے کا فوری آغاز کردیں۔

احیائے اسلام کی خوشخبری

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ))

(مسند احمد، مسند الکوفیین باب، حدیث نعمان ابن بشیر)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (اے مسلمانو!) نبوت (یعنی میری ذات) تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر ہی ہو گا پھر یہ دور بھی اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت آ جائے گی۔ یہ دور رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا۔ اس کے بعد تم پر زبردستی حاکم مسلط ہو جائیں گے۔ (بیرونی حاکم آ کر تم پر حکومت کریں گے) پھر اللہ تعالیٰ اس دور کو بھی اٹھا لے گا جب چاہے گا اور پھر خلافت کا دور آئے گا جو نبوت ہی کے طریق پر ہو گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمالی۔

آیئے! نفاذِ دینِ اسلام کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو کر اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

ضمیمہ (الف)

1950ء میں دستورِ اسلامی کے بارے میں مختلف مکاتبِ فکر کے

31 علماء کے بائیس متفقّہ نِکات

دستور کی اَساسَات:

1) اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العزت ہے۔

2) ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہو گا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جائے گا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

3) یہ ملک کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ اُن اصول و مقاصد پر مبنی ہو گا جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ ٔحیات ہے۔

تعلیم و تربیت:

4) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ قرآن و سنت کے بنائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائرِ اسلامی کے احیاء و اعلاء اور مسلمہ اسلامی فرقوں کو اُن کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری تعلیم کا انتظام کرے۔

5) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتہ ٔاتحاد و اخوت کو قوی سے قوی تر کرے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیاد پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملّتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

شہری حقوق:

6) مملکت بلا امتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہو گی جو اکتسابِ رزق کے قابل نہ ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعیٔ اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

7) باشندگانِ مُلک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے اُن کو عطا کیے ہیں۔ یعنی حدود و قانون کے اندر تحفظِ جان و مال و آبرو، آزادیٔ مذہب و مسلک، آزادیٔ عبادت، آزادیٔ ذات، آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ نقل و حرکت، آزادیٔ اجتماع، آزادیٔ اکتسابِ رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی اداروں سے استفادے کا حق۔

8) مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کے سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمیٔ موقع صفائی و فیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

9) مسلّمہ اسلامی فرقوں کو حدود و قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ اُنہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہو گا۔ اُن کے شخصی معاملات کے فیصلے، اُن کے اپنے فقہی مذاہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہو گا کہ اُن ہی کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

اقلیتوں کے حقوق:

10) غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود و قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی ہو گی اور اُنہیں اپنے شخصی

معاملات کے فیصلے اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہو گا۔

11) غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدودِ شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں، اُن کی پابندی لازمی ہو گی اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ نمبر 7 میں کیا گیا ہے، اُن میں غیر مسلم باشندگانِ ملک اور مسلم باشندگانِ ملک برابر کے شریک ہوں گے۔

سربراہِ ریاست کا نَصب و عَزل اور حقوق و فرائض:

12) رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدیّن، صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور یا اُن کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

13) رئیسِ مملکت ہی نظمِ مملکت کا اصل ذمہ دار ہو گا۔ البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا کسی جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

14) رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں شورائی ہو گی، یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

15) رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ دستور کو کلیتاً یا جزواً معطل کر کے شورٰی کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

16) جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہو گی وہی کثرت رائے سے اُسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہو گی۔

17) رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہو گا اور قانون و مواخذہ سے بالاتر نہ ہو گا۔

آزاد عدلیہ:

18) محکمۂ عدلیہ، محکمۂ انتظامیہ سے علیحدہ ہو گا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں آزاد ہو اور انتظامیہ اس پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

19) ارکان و عمّالِ حکومت اور شہری کے لیے ایک ہی قانون و ضابطہ ہو گا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اُسے نافذ کریں گی۔

انتشار کا سدِّباب :

20) ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہو گی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

21) ملک کے مختلف ولایات و اقطاع، مملکتِ واحدہ کے اجزائے انتظامی متصور ہوں گے۔ اُن کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ انتظامی علاقوں کی ہو گی، جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیشِ نظر مرکزی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہو گا، مگر اُنہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہو گا۔

22) دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہو گی جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

22 متفقہ نِکات پیش کرنے والے 31 جید علمائے کرام کے نام:

1) علامہ سید سلیمان ندوی، صدر مجلس ہٰذا

2) مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، امیر جماعت اسلامی پاکستان

3) مولانا شمس الحق افغانی، وزیر معارف، ریاست قلات

4) مولانا بدر عالم، استاذ الحدیث، ٹنڈو الہ یار، سندھ

5) مولانا احتشام الحق تھانوی، مہتمم دار العلوم الاسلامیہ، اشرف آباد، سندھ

6) مولانا محمد عبد الحامد قادری، بدایونی، صدر جمعیت العلماء پاکستان

7) مفتی محمد شفیع، رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام، مجلس دستور ساز پاکستان

8) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاولپور

9) مولانا خیر محمد، مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان شہر

10) مولانا مفتی محمد حسن، مہتمم مدرسہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور

11) پیر صاحب محمد امین الحسنات، مانکی شریف، سرحد

12) مولانا محمد یوسف بنوری، شیخ التفسیر، اشرف آباد، سندھ

13) حاجی خادم الاسلام محمد امین، المجاہد آباد، پشاور

14) قاضی عبد الصمد سربازی، قاضی قلات، بلوچستان

15) مولانا اطہر علی، صدر جمعیت العلماء اسلام، مشرقی پاکستان

16) مولانا ابو جعفر محمد صالح، امیر حزب اللہ، مشرقی پاکستان

17) مولانا راغب حسن، نائب صدر جمعیت العلماء اسلام مشرقی پاکستان

18) مولانا محمد حبیب الرحمن، سرسینہ شریف، مشرقی پاکستان

19) مولانا محمد علی جالندھری، مجلس احرار اسلام، پاکستان

20) مولانا داؤد غزنوی، صدر جمعیت اہلحدیث، مغربی پاکستان

21) مفتی جعفر حسین مجتہد، رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام

22) مفتی حافظ کفایت حسین مجتہد، ادارہ عالیہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان، لاہور

23) مولانا محمد اسماعیل، ناظم جمعیت اہلحدیث پاکستان، گوجرانوالہ

24) مولانا حبیب اللہ، جامعہ دینیہ دار الہدیٰ، ٹھیڑھی، خیرپور میر

25) مولانا احمد علی، امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

26) مولانا محمد صادق، مہتمم مدرسہ مظہر العلوم، کھڈہ، کراچی

27) پروفیسر عبد الخالق، رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام

28) مولانا شمس الحق فرید پوری، صدر مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ

29) مولانا مفتی صاحب داد عفی عنہ، مدرسۃ الاسلام، کراچی

30) مولانا محمد ظفر احمد انصاری، سیکریٹری بورڈ آف تعلیماتِ اسلام، پاکستان

31) پیر صاحب محمد ہاشم مجددی، ٹنڈو سائیں داد، سندھ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں انقلاب کے چھ مراحل

۱۔ دعوت	۴۔ صبر محض
۲۔ تنظیم	۵۔ اقدام
۳۔ تربیت	۶۔ مسلح تصادم
انقلاب کا پہلا قدم :	پہلے چار مراحل
انقلاب کا دوسرا قدم :	آخری دو مراحل

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں انقلاب کے مراحل

دعوت ..... تنظیم ..... تربیت

13 سال مکی دور نبوی ﷺ

0	سنہ نبوی / آغاز وحی
1	Verbal Persecution
2	زبانی طنز و استہزاء
3	Physical Persecution
4	جسمانی تشدد
5	ہجرت حبشہ اولیٰ
6	ہجرت حبشہ ثانیہ
7	لالچ / سودے بازی
8	Social Boycott
9	شعب بنی ھاشم میں محصوری
10	عام الحزن / سفر طائف / معراج (نماز)
11	مدینہ کے چھ افراد کا قبول اسلام
12	بیعت عقبہ اولیٰ
13	بیعت عقبہ ثانی / ہجرت

10 سال مدنی دور نبوی ﷺ

1	سنہ ہجری (8 مہمات)
2	بدر (روزہ / زکوۃ)
3	احد
4	بدر دوم
5	خندق
6	صلح حدیبیہ
7	خیبر
8	موتہ، فتح مکہ، طائف، حنین
9	تبوک (حج)
10	حجۃ الوداع
11	وصال

صبر محض (0–13) — اقدام (13–1) — مسلح تصادم (1–8) — دفاع / توسیع (8–11)

مزید تفصیل اور راہنمائی حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ جزاک اللہ خیراً واحسن الجزاء

1. دینی فرائض کا جامع تصور...از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/04-03-fariz-e-deeni-ka-jame-tasawur/
2. عصرِ حاضر میں خلافت کی حقیقت...از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/05-khilafat-ke-haqeeqat-aur-asr-e-hazir-main-ess-ka-nizam/
3. استحکام پاکستان..از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/08-02-estekaam-e-pakistan-استحکامِ پاکستان
4. منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ..از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/bu-06-02-manhaj-e-inqlab-e-nabwi-sallallah-o-alihe-wassallam/
5. رسولِ ﷺ انقلاب کا طریقِ انقلاب...از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/bu-06-04-rasool-e-inqlab-saww-ka-tareeq-ae-inqlab-رسولِ انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب
6. سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری...از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/08-06-sabqa-aur-maujooda-musalman-ummaton-ka-mazi-haal-aur-mustaqbil/
7. موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں اسلام اور پاکستان کا مستقبل.............از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/08-11-maujooda-aalmi-halaat-kay-tanazir-mai-islam-aur-pakistan-ka-mustaqbil/
8. علامہ اقبالؒ، قائد اعظمؒ اور نظریہ پاکستان.. از ڈاکٹر اسرار احمدؒ
https://tanzeem.org/books/08-14-allama-iqbal-quid-e-aazam-aur-nazria-e-pakistan/
9. اقامت دین اسلاف کی آراء و تعامل ....از عبد السّلام عُمَر
https://bit.ly/3jlwvZw

☆-☆-☆